مولانا محمد حنیف ندوی

ایک آیت

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي
وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ
فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ
الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ
مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرہ: ۲۴۹)

ترجمہ: غرض جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو اُس نے (اُن سے کہا) کہ خدا ایک نہر سے تمھاری آزمائش کرنے والا ہے۔ جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا۔ (اس کی نسبت تصور کیا جائے گا کہ) وہ میرا نہیں، اور جو نہ پیے گا وہ (سمجھا جائے گا کہ) میرا ہے۔ ہاں اگر کوئی ہاتھ سے چلّو بھر پانی لے لے (تو خیر، جب وہ لوگ نہر پر پہنچے) تو چند شخصوں کے سوا سب نے پانی پی لیا۔ پھر جب طالوت اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے تو کہنے لگے کہ آج ہم میں جالوت اور اُس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ اُن کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور خدا استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔

قرآن حکیم کی اس آیت میں مسئلہ جہاد کی کامرانی کے اسباب کا ذکر ہے اور اس حقیقت کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل تاریخی طور پر ایک نافرمان قوم رہی ہے یعنی یا تو حضرت یوشع سے ان کی درخواست یہ تھی کہ آپ ہمارے لیے ایک ایسے بادشاہ کا تقرر فرمائیے جس کے پرچم تلے جمع ہو کر ہم دشمنوں سے نبرد آزما ہوں، اور یا پھر عدم اطاعت کا یہ عالم ہے کہ جب حضرت یوشع نے طالوت کا تقرر کر دیا تو اس پر اعتراض کرنے لگے۔ ان کا کہنا تھا کہ بھلا ایسے آدمی کا تقرر کیوں کر موزوں ہو سکتا ہے، جو مالی اعتبار سے کم تر درجہ پر فائز ہے۔ اس سے کہیں زیادہ تو ہم میں وہ لوگ مستحق ہو سکتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی فراوانیوں سے نواز رکھا ہے۔ لیکن پھر جب حضرت یوشع نے ان کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی دینی جماعت کے سربراہ کے لیے دولت مند ہونا ضروری نہیں، بلکہ ضروری

یہ ہے کہ وہ شخص سیادت و قیادت کی ذہنی و نفسیاتی صلاحیتوں سے بہرہ مند ہو، تو انھیں طوعاً و کرہاً ان کی قیادت و سربراہی کو تسلیم کرنا ہی پڑا۔ لیکن ابھی ان کی بزدلی اور نافرمانیوں کا امتحان ہونا باقی تھا۔ وہ وقت آ ہی گیا جب حضرت طالوت کو جالوت اور اس کے عساکر کے مقابلہ کے لیے میدانِ جہاد میں اترنا پڑا۔ انھوں نے اعلان کیا کہ بنی اسرائیل کے وہ تمام جیالے میدانِ وغا میں نکل آئیں جو بنی اسرائیل کے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میرے ساتھ وہ لوگ نہ آئیں جن کو مال و تجارت کی محبت نے گھیر رکھا ہے، یا جو ازدواجی زندگی کی لذتوں میں کھوئے ہوئے ہیں۔ میں ایسے تازہ دم اور بہادر نوجوان چاہتا ہوں جو جذبۂ جہاد سے سرشار ہوں۔

اس آواز پر لبیک کہنے کے لیے ہزاروں اسرائیلی طالوت کے ساتھ ہو لیے، لیکن حضرت طالوت ان کی خوئے بزدلی اور بے صبری سے خوب آگاہ تھے۔ انھوں نے کہا، آزمائش کا ایک مرحلہ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ راستے میں ایک نہر پڑتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ گرمی کا موسم ہے اور تمھیں اس سفر میں پیاس کی شدت بھی محسوس ہوں گی مگر بہادر سپاہی کی حیثیت سے تمھیں پانی پینے کے لیے رک نہیں جانا چاہیے ہاں صرف اتنی اجازت ضرور ہے کہ نہر کو عبور کرتے وقت تم تھوڑا پانی پی لو۔ رکنا اور پانی پینے کے لیے نہر پر ٹھہر جانا شرط نہیں۔ ان کی بے صبری اور نافرمانی بلکہ بدنصیبی ملاحظہ ہو کہ یہ اس آزمائش میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب جالوت کے عساکر کا سامنا ہوا تو انھوں نے پوٹا ٹیک دیا، اور صاف صاف کہہ دیا کہ صاحب ہمارا جگر نہیں کہ جالوت کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکیں۔ لیکن ان میں کچھ وہ لوگ بھی تھے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ انھیں اپنے کسب اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ انھوں نے کہا۔ صبر و استقامت سے کام لو، مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں، کیا ہوا جو ہم تعداد میں کم ہیں چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا ہے کہ کم تعداد لوگ جم غفیر پہ غالب آگئے۔

یہاں تک تو بنی اسرائیل کی اس تاریخی کمزوری کا ذکر تھا جو ہمیشہ ان کے لیے محرومی کا باعث ہوئی۔ اب ان اصولوں پر غور کیجیے جن کا تعلق جہاد کی کامرانیوں سے ہے۔ اس آیت میں ان اصولوں کی وضاحت بھی مذکور ہے۔

اس سلسلہ کی پہلی بات یہ ہے کہ قائد کو نفسیاتی اور اخلاقی اعتبار سے ان تمام صلاحیتوں سے آراستہ ہونا چاہیے جن کے بل پر وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جہازِ زندگی کو کامیابی کے ساحل تک پہنچانے اور میدانِ جہاد میں مظفر و منصور ہونے کے لیے تربیت و آزمائش بہت ضروری ہے۔

تیسری اور ان سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر محکم ایمان ہو، اور یہ حقیقت رگ و پے میں خون کی طرح جاری و ساری ہو کہ ہم صرف اپنے ضمیر اور معاشرہ ہی کے سامنے جواب دہ نہیں بلکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا اور جواب دینا ہے۔ ایمان کی یہ نوعیت ایسی ہے جس میں دین و دنیا کی فلاح و بہبود پنہاں ہے۔ اگر ایقان و ایمان کی نعمت حاصل ہو تو پھر کوئی مرحلہ دشوار نہیں، کوئی مشکل عنان گیر نہیں اور کوئی مصیبت مصیبت نہیں۔ بالخصوص جہاد میں، کامیابی کا اصل راز ایمان میں پوشیدہ ہے۔ اگر مقصد کا یقین نہ ہو تو جد و جہد کی کوئی صورت اور سعی و کوشش کا کوئی اسلوب اطمینان بخش نہیں۔ ایمان، لگن اور نصب العین کی محبت ہی وہ شئ ہے جو کامیابی کی راہوں کو روشنی بخشتی ہے۔

اس آیت میں لغت و ادب کے اہم نکات یہ ہیں:

لفظ فَصَلَ دراصل متعدی تھا۔ لیکن چونکہ اس کا مفعول اکثر محذوف ہوتا ہے، اس لیے اس کے معنی فعل لازم کے ہو گئے۔

قلیلاً۔ یہ محلِ رفع میں تھا۔ یہی وجہ ہے حضرت ابی اور اعمش نے قلیلاً کو قلیلٌ بالرفع پڑھا ہے۔ منصوب اس لیے ہے تاکہ لفظ غُرْفَةً کے ساتھ ہم آہنگ رہے۔ بات یہ ہے کہ قرآن نے جہاں نحو کے قواعد و لطائف کا لحاظ رکھا ہے، وہاں آہنگ و نغمگی کی رعایت سے نحو کے نئے اسالیب کی تخلیق بھی کی ہے۔

لم یطعمہ میں طعم کے معنی چکھنے، یا تذوق کے ہیں اور شراب کے بعد اس کا استعمال حسنِ تنوع پر دلالت کناں ہے۔